لئے جو قانونی نظام وضع کیا اس کی بنیاد قازق رواجی قانون (عادت) کے علاوہ اسلامی شریعت کے بعض بنیادی اصولوں پر رکھی گئی تھی[184]۔ قازق خانیت کے ابتدائی دور کی شاعری (جس کی تدوین ۱۸۷۰ء کی دہائی میں ہوئی) "اسلام سے مضبوط وابستگی اور متصوفانہ خیالات کی عکاس ہے"[185]۔ "... اس قسم کی شاعری کرنے والوں کو جھیراو (jhyrau) (قومی شاعر) کہا جاتا تھا اور انہیں قازق قبائل کے قابل احترام افراد کا رتبہ حاصل ہوتا تھا۔ اس قسم کے [مذہبی شاعروں] کو عموماً قبائلی زعماء کا درجہ حاصل ہوتا تھا اور سلطانوں کے مشیروں کے معزز عہدوں پر فائز ہوتے تھے۔ اس قبیل کے شاعروں میں جھالکیز جھیراو (۱۴۶۵ء - ۱۵۶۰ء)، دوسمبت (دوست محمد) جھیراوَ (۱۴۹۰ء - ۱۵۲۳ء) اور امن (امان) کنگی (۱۳۶۱ء یا ۱۳۷۰ء - ۱۴۶۵ء) کو اہم مقام حاصل ہے۔ ان شاعروں میں سے بعض استانبول (ترکی) سے ہو کر آئے تھے اور عالم اسلام سے وابستگی کے مضبوط جذبات کے اظہار کے لئے مشہور تھے۔ موخر الذکر شاعر کو بیسویں صدی کے قازق دانشوروں نے "خانہ بدوش فلسفی (nomadicd philosopher) کا خطاب دیا تھا[186]۔ اگرچہ سوویت اور زار شاہی روس کے روسی، مابعد کے سوویت اور معاصر مغربی تاریخ نگاروں اور مورخین نے اپنے متضاد بیانات کے ذریعے (دانستہ یا نادانستہ) قازق اسلام کو مشکوک بنانے کی کوششیں کی ہیں۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ قازق نہ صرف اسلام کے ابتدائی ادوار میں اسے قبول کر چکے تھے بلکہ ان کی اسلام سے وابستگی اس حد تک مضبوط تھی کہ اسے "بہت زیادہ عسکریت پسند" کے لقب سے بھی نوازا گیا۔ "... (قازقستان) کے اکثر علاقوں میں قازقوں نے اسلام، بہت پہلے، ساتویں سے نویں صدی تک قبول کر لیا تھا۔ درحقیقت قازق اسلام بہت زیادہ عسکریت پسند (much more militant) تھا۔ اس کی ایک وجہ قازق آبادی کا طرز زندگی اور ان کی خانہ بدوش خصوصیت تھی"[187]۔

[نوٹ: انیسویں کے نصف آخر میں قازق علاقوں پر روسی سامراج کی گرفت مضبوط ہونے کے بعد کے حالات اگلے شماروں میں ملاحظہ فرمائیں (ادارہ)]

حواشی

۱۔ تفصیلات کے لئے دیکھیے! "قازقستان: ریاستی خاکہ"، وسطی ایشیا کے مسلمان، جلد ۵، شمارہ ۱-۲، جنوری - فروری ۱۹۹۰ء۔

۲-ازمنہ وسطیٰ میں دشت قپچاق کا اطلاق جنوبی روس پر بھی ہوتا تھا۔ حمد اللہ القزوینی نے اپنی تصنیف نزہۃ القلوب میں لکھا ہے کہ دشت قپچاق ہی دشتِ خذر ہے۔ آگے چل کر قپچاق نام کا لشکر زریں (آلتون اردو) کی منگول سلطنت کے لئے استعمال ہونے لگا۔ وسطی ایشیا کی جدید تاریخ میں قپچاق نام کا اطلاق وادی فرغانہ میں سکونت پذیر قبائل پر ہوتا ہے۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے: ڈبلیو. بارتھولڈ: مقالہ بعنوان "قپچاق"، اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔

۳-دیکھئے:

Martha Brill Olcott, *The Kazakhs* (California : Hoover Institution Press, Stanford University, Stanford, 1987), PP. 5-6

نیز دیکھئے:

W.Barthold, *Turkestan: Down To The Mongol Invsion* (New Delhi: Munshiram Manoharlal Publishers, 1992), PP. 176-178

۴-دیکھئے: C.E. Bosworth، مقالہ بعنوان "Kara Khitay"، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام۔

۵-دیکھئے: بارتھولڈ، مقالہ بعنوان "قراقورم"، اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔

۶-دیکھئے: شیریں اکینر، *Islamic Peoples of the Soviet Union*، نظر ثانی شدہ دوسری اشاعت، ۱۹۸۶ء لندن، صفحات ۲۸۷-۲۸۹۔

۷-دیکھئے: شیریں اکینر، ایضاً، صفحات ۲۹۰-۲۹۱۔

۸-دیکھئے:

V.V. Barthol'd, *Four Studies on the History of Central Asia*, Vol. 3 Trans. V and T. Minorsky (Leiden : E.J. Brill 1962), P. 129, as quoted by Martha Brill Olcott op.cit p. 4, endnote 4.

۹-ازبک ان قبائل کو کہا جاتا تھا جو چنگیز خان کے پوتے (جوچی خان کے بیٹے) باتو خان کی سربراہی میں قائم لشکر زریں کی سلطنت سے وابستہ ہو گئے تھے۔ لشکر زریں کے ایام زوال میں سولہویں صدی کے اوائل میں ازبکوں نے وسطی ایشیا میں قدم جمائے۔ ازبک اپنا رشتہ چنگیز خان کے پوتے شیبان بن جوچی بن چنگیز سے جوڑتے ہیں۔ ازبک لشکر زریں کے ایک طاقتور خان اوزبک خان (یا اوزبیگ خان) سے وابستہ رہنے کی بنا پر ازبک کہلائے۔ خان اوزبیگ خان ۱۳۱۳ء سے ۱۳۴۱ء تک لشکر زریں کی سلطنت کے سربراہ رہے جس کا دارالحکومت یورال کے علاقے میں سرائے نامی شہر تھا۔ خان اوربیگ خان کی اس سلطنت کو سلطنت قپچاق کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ چنگیز کی زندگی ہی میں وفات پا جانے والے اس کے سب سے بڑے بیٹے جوچی خان کے حصہ میں منگول سلطنت کے جو حصے شامل کیے گئے ان میں موجودہ قازقستان میں واقع دریائے ینیسی (Yenisey river) اور بحیرہ آرال کے مغرب کی طرف کے وہ تمام علاقے شامل تھے "جہاں تک منگول فاتحین کے گھوڑوں کے کھروں کے نشان پہنچے تھے"۔ چنگیز خان کی وفات پر اس کے بڑے بیٹے جوچی خان کا ورثہ (اولوس) اس کے چھ بیٹوں (چنگیز خان کے پوتوں) — اوردہ خان، باتو خان، برکہ خان، تونغہ خان،

مغول خان (یا تولوئی خان) اور شیبان خان — کے حصے میں آیا۔ باتو خان نے لشکر زریں (آلتون اردو) کی بنیاد رکھی اور قپچاق کے میدان میں اپنی سلطنت قائم کی۔ باتو خان کی اولاد میں خان ازبیگ (یا اوزبیگ) نے ۱۳۱۳ء سے ۱۳۴۱ء تک اس سلطنت پر حکمرانی کی۔ باتو ابن جوچی ابن چنگیز خان کی اولاد میں یہ دوسرے حکمران تھے جنہوں نے نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ اسلام کے ایک عظیم مبلغ کے طور پر شہرت پائی۔ اوزبیگ خان نے اپنی سلطنت میں اسلامی تعلیمات کی اشاعت میں بڑی سرگرمی دکھائی۔ خان اوزبیگ سے قبل لشکر زریں کے خان برکہ خان (باتو ابن جوچی خان کا بھائی) نے بھی اپنے دور اقتدار (۱۲۵۶ء - ۱۲۶۷ء) میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ برکہ خان کے دور حکمرانی میں لشکر زریں کے ہر سپاہی کے لئے جائے نماز اپنے ساتھ رکھنے کا رواج مقبول ہو گیا تھا۔

۱۳۷۴ء میں لشکر زریں (کی سلطنت) کی سربراہی پر باتو خان کے بڑے بھائی اوردہ خان کی اولاد نے قبضہ کر لیا۔ خان اوردہ خان نے شروع ہی سے اپنے چھوٹے بھائی باتو خان کے لشکر زریں میں شامل نہ ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اور اس نے مغربی سائبیریا میں لشکر سفید (آق اردو) کی تشکیل کرتے ہوئے ایک علیحدہ سلطنت کی بنیاد رکھ لی تھی۔ ۱۳۷۴ء میں اسی لشکر سفید کے جانشینوں نے باتو خان کے لشکر زریں کی سلطنت پر بھی قبضہ کر لیا۔ خان اُرس خان، تولی خوجہ، کوچوک محمد اور تختمش خان کا تعلق لشکر سفید (کی سلطنت) کے بانی اوردہ خان کے ان جانشینوں سے ہے جنہوں نے باتو خان کے لشکر زریں کی سلطنت پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور بعد میں بویوک اردو سلطنت، استراخان خانیت اور (۱۵۹۸ء سے ۱۷۸۵ء تک) امارت بخارا پر (جانی ہائے بخارا) کے نام سے حکمرانی کرتے رہے۔ اسی دوران میں جوچی خان کے چوتھے بیٹے توغہ تیمور کے جانشین بھی اپنے باپ کے "اولوس" (دشت قپچاق) کی تقسیم میں اپنا حصہ لینے میں کامیاب ہو گئے۔ توغہ تیمور کی اولاد میں سے الغ محمد نے قازان کی ریاست تشکیل دی جس پر اس کے جانشین ۹۶۰ھ / ۱۵۵۲ء تک حکمرانی کرتے رہے۔ الغ محمد کے جانشین قاسموف (علاقہ ریازان؟ انگریزی: Ryazan) کی چھوٹی سی تاتاری ریاست پر بھی حکمران رہے۔ یہاں کے آخری حکمرانوں میں سے بعض نے مشرقی (یونانی) عیسائیت قبول کر لی اور یہ لوگ روسی خاندانوں کے مورث اعلیٰ بنے۔ توغا تیمور ہی کی اولاد میں سے الغ محمد کے بھائی غیاث الدین کے جانشینوں نے کریمیا کی تاتار سلطنت کی بنیاد رکھی۔ اور گیرائی کے لقب سے ۱۷۸۲ء تک علاقے میں عثمانی خلافت کی نمائندہ سلطنت - کریمیا - پر حکمرانی کرتے رہے۔ جوچی خان کے چوتھے بیٹے مغول خان (یا تولوئی خان) کی اولاد نوغوئی (یا نوگائی) کے نام سے پہچانی جاتی ہے۔ جوچی خاندان کی اس شاخ کو لشکر زریں کی مرکزی سلطنت کی حکمرانی میں کوئی خاص حصہ نہیں مل سکا۔

جوچی ابن چنگیز خان کے چھٹے بیٹے شیبان کے اخلاف میں شیبانی ہائے بخارا اور شیبانی ہائے قازقستان شامل ہیں۔ جوچی خاندان کی اس شاخ نے خوارزم پر ۱۵۱۲ء سے ۱۶۹۵ء تک، خوقند پر ۱۷۱۰ء سے ۱۸۷۶ء تک اور سائبیریا پر ۱۵۶۵ء سے تقریباً ۱۶۲۵ء تک حکمرانی کی۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے: انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا، (مائیکروپیڈیا)۔ زیر اندراج: 'Oz beg'۔ نیز دیکھئے O.La، مقالہ بعنوان، 'Mongols'، انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا۔ نیز دیکھئے: C.E.

Bosworth، مقالہ بعنوان 'OZBEG'، انسائیکلو پیڈیا آف اسلام۔ نیز دیکھئے: ڈبلیو۔ بار تھولڈ، مقالہ بعنوان "قزاق"، اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ نیز دیکھئے:- T.W. Arnold, *The Preaching of Islam*,(Lahore: Sh. M. Ash-raf, 1979), PP. 230-1۔ نیز دیکھئے: B.Spuler، مقالہ بعنوان: "چنگیز (خانوادہ)"، اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔

موجودہ قازقستان میں شامل سمر چیا کا علاقہ چنگیز خان کے دوسرے بیٹے چغتائی خان کی سلطنت میں شامل تھا۔ چنگیز خان کے دیگر بیٹوں (بشمول چغتائی خان) کے خاندانوں میں حکمرانی کی تفصیلات کے لیے بھی دیکھئے: B.Spuler' ایضاً۔

۱۰۔ دیکھئے: ڈبلیو۔ بار تھولڈ، حوالہ بالا۔

قازقوں کی وجہ تسمیہ کے سلسلے میں دیگر آراء بھی سامنے آئی ہیں، جن کے مطابق (الف) لفظ قازق ترکی لفظ قاز (qaz) سے مشتق ہے جس کے معنی "دشت نوردی" (wandering) ہے۔ چونکہ قازق قبائل بھی دشت قپچاق میں موسم کی مطابقت سے اِدھر اُدھر گھوم پھر کر خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے تھے اس لئے انہیں قازق کہا گیا۔ (ب) لفظ قازق دو قازق قبیلوں کیسپی (Kaspy) اور ساکی (Saki) کے ناموں کے ادغام سے مخفف کر کے اخذ کیا گیا ہے۔ (ج) لفظ قازق منگولی زبان کے لفظ خاسق یا خسق (Khasaq) سے ماخوذ ہے جو پہیوں والی ایسی گاڑی کے لئے استعمال ہوتا تھا جو اپنا سامان خورد و نوش اور خیموں (Yurts) کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لانے لے جانے کے لئے خانہ بدوش قبائل استعمال کرتے تھے اور (د) یہ کہ لفظ قازق ترکی کے دو لفظوں قاز (kaz) اور آق (ak) کا مجموعہ ہے۔ جن کے معنی بالترتیب سفید ہنس (یا بطخ) کے ہیں۔ قازق کہاوت کے مطابق ایک سفید جنگلی ہنس یا بطخ [جادوئی عمل کے نتیجے میں] پری (یا شہزادی) بن گئی اور اس کے بطن سے قازقوں کے مورث اعلیٰ پیدا ہوئے۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ روسی کوسک قبائل کا قازقوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے:- Martha B. Olcott,op.cit -

۱۱۔ دیکھئے: M.B.Olcott، ایضاً، صفحہ ۵۔

۱۲۔ دیکھئے:

Ahmad Hasan Dani, *New Light on Central Asia* (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 1993), PP. 16-17.

۱۳۔ مغربی ترک خاقانیہ کے حکمرانوں کا تعلق جنوبی قازقستان اور سمر چیا کے ترک قبائل سے تھا۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ چھٹی صدی عیسوی میں قازقستان میں قومی حکومت قائم تھی۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے-- M.B. Olcott، حوالہ بالا۔

۱۴۔ مارتھا برل اولکاٹ نے مسلمانوں کی علاقہ میں آمد کے وقت یہاں کے حکمران اتحاد کو (Turgesh Kaganate) کے نام سے یاد کیا ہے۔ دیگر اور خاص کر مسلم ماخذ میں اس اتحاد کو "سغدین اتحاد" (Sogdian Confideration) کہا گیا ہے۔ دراصل ابتدائی فتوحات کے وقت علاقے میں ایرانی النسل آریائی باشندوں کی اتحادی حکومت قائم تھی جسے سغدین اتحاد کہا جاتا تھا۔ یہ سغدین اتحاد ۷۱۱ء / ۷۱۲ء تک مغربی ترک خاقانیہ کا باجگزار تھا۔ ۷۱۲ء سے ۷۱۶ء تک یہ اتحاد مشرقی ترک خاقانیہ کے زیر اثر رہا۔ ۷۱۶ء میں مشرقی ترک خاقانیہ کے خاقان میچو خان کی وفات کے بعد

مغربی ترک خاقانیہ کا از سر نو احیاء ہوا۔ چونکہ اس نئی مغربی ترک خاقانیہ میں زمام اقتدار پر ترکوں کا ترگیش قبیلہ قابض تھا۔ اس لئے اسے (سابقہ مغربی ترک خاقانیہ کا وارث ہونے کے باوجود) ترگیش خاقانیہ کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔ اکثر لوگ (اس ترگیش خاقانیہ کو اس کے پس منظر سے ناواقفیت کی بنا پر) مغربی ترک خاقانیہ سے الگ خاقانیہ (سلطنت) تصور کرتے ہیں۔

ماوراء النہر (یا سغدیانہ) کے مقامی ایرانی النسل حکمرانوں کے نومت ہومت مغربی ترک خاقانیہ اور مشرقی ترک خاقانیہ اور (بعد میں مغربی ترکوں کے نو دریافت کردہ) ترگیش خاقانیہ کے زیر اثر رہنے کے باوجود ان کا تشکیل کردہ سغدین اتحاد برقرار رہا۔ مورخین کی طرف سے ماوراء النہر کے حکمران اتحاد کو سغدین اتحاد، مغربی ترک خاقانیہ، مشرقی ترک خاقانیہ اور ترگیش خاقانیہ کے متعدد ناموں سے ذکر کرنے کی وجہ یہی التباس ہے۔ مقامی حکمرانوں کے مغربی ترک خاقانیہ کے باجگزار ہونے کی صورت میں مقامی حکمرانوں کے "سغدین اتحاد" کے ذکر کی بجائے مغربی ترک خاقانیہ کے اقتدار کا ذکر کیا گیا۔ جبکہ مشرقی ترک خاقانیہ کے باجگزار ہونے کی صورت میں "سغدین اتحاد" کے ذکر کی بجائے مشرقی ترک خاقانیہ کے اقتدار کا ذکر کیا گیا۔ ترگیش خاقانیہ کی صورت میں مغربی ترک خاقانیہ کے احیاء اور نتیجتاً مقامی "سغدین اتحاد" کے اس کی بالادستی میں آنے کے سالوں کے دوران رونما ہونے والے واقعات کا ذکر کرتے وقت ماوراء النہر میں مقتدر طاقت کی حیثیت سے ترگیش خاقانیہ کا نام لیا گیا۔ در حقیقت مقامی حکمرانوں کا تعلق "سغدین اتحاد" سے ہی تھا، لیکن ان کی باجگزار حیثیت کی وجہ سے بالادست خاقانوں کی طرف سے ایک دوسرے کو پے در پے مغلوب کرنے کی بنا پر "سغدین اتحاد" کی بجائے بعض مواقع پر ان بالادست حکمرانوں اور ان کی سلطنتوں (خاقانیتوں) کا ذکر کیا گیا۔ دیکھئے: بارتھولڈ، ترکستان: ڈاون ٹو دی منگول انویژن، صفحات ۶۵ اور ۱۸۱ تا ۱۹۱۔ نیز دیکھئے: اولکاٹ، ایضاً، ص ۵۔ نیز دیکھئے: اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۱۱، صفحہ ۶۵-۶۷۔ نیز دیکھئے: کارل بروکلمان (تدوین)، *History of the Islamic Peoples*, London, 1982, PP. 83 and 164

۱۵- دیکھئے: .M.B. Olcott، بحوالہ بالا۔ ان شہروں سے متعلق جغرافیائی معلومات کے لئے دیکھئے:

W. Barthold, *Turkestan*..... Op.cit, PP. 176-79.

۱۶- قرہ خانیوں نے نہ صرف یہ کہ آل سامان کی ماوراء النہر اور خراسان میں قائم سلطنت کا شیرازہ بکھیرنے میں اہم کردار ادا کیا، بلکہ سامانیوں کے دارالحکومت بخارا پر اولاً ہارون (یا حسن) بغراخان کے عہد (۳۸۳ھ ۹۹۲ء) میں ایک مختصر عرصہ کے لئے قبضہ کیا اور دوبارہ نصر بن علی کے دور اقتدار میں ۳۸۹ھ / ۹۹۹ء میں قبضہ کر کے سامانیوں کی سلطنت میں شامل ماوراء النہر اور خراسان کے بعض علاقوں میں سلطان محمود غزنوی کے ساتھ شریک اقتدار ہو گئے۔ اس دوران قرہ خانیوں کی سلطنت کی حدود بلخ تک پہنچ گئی تھیں۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے:

C.E. Bosworth, "Ilek-Khans or Kara Khanids", Insyclopaedia of Islam.

۱۷- دیکھئے: .M.B.Olcott، بحوالہ بالا۔ ڈبلیو بارتھولڈ بلاساغون کو قرہ خانیوں کا دارالحکومت قرار دیتا ہے۔ اگرچہ اس

نے اس کے جغرافیائی محل وقوع کے بارے میں کچھ نہیں لکھا ہے۔ دیکھئے : ڈبلیو. بار تھولڈ، ایضاً۔

میرا اندازہ یہ ہے کہ قرہ خانیوں کی مغربی (اور مرکزی) سلطنت کا دارالحکومت ترازہی تھا جسے اسلامی عہد میں بلاساغون کا نام دے دیا گیا۔ اس بات کی تائید ڈبلیو۔ آرنلڈ (T.W.Arnold) کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے :

"A few years later in 1041-1042, a number of Turks who were still heathen and living in Tibetan territory sought permission from Arsalan khan b. Qadar khan [The Kara Khanid ruler] to settle in his dominions, having heard of the justness and mildness of his rule; when they arrived in the neighbourhood of Balasaghun he sent a message to them urging them to accept Islam".

آرنلڈ نے لفظ بلاساغون پر (۲ نمبر) حاشیہ میں لکھا ہے :

"This was the capital of the khans of Turkistan during the tenth and eleventh centuries but the exact site is uncertain".

آرنلڈ کے اس بیان سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ بطور قرہ خانیوں کے دارالحکومت، بلاساغون نام کے شہر کا ذکر قرہ خانیوں کے قبول اسلام کے بعد کے ادوار میں سامنے آیا ہے۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے :- T.W. Arnold, op.cit. p 219۔ البتہ قرہ خانیوں کی مشرقی (اور ایک حد تک مغربی قرہ خانی سلطنت کی ماتحت) ریاست کا دارالحکومت کاشغیر یہ (کاشغر) تھا۔ دیکھئے : .C.E. Bosworth، محولہ بالا۔

۱۸- قرہ خانیوں اور قرہ ختائیوں سے متعلق معلومات کے لئے دیکھئے :

C.E Bosworth, articles on "Kara Khanid (Elek Khans)" and "Kara khitay", Incyclopaedia of Islam.

۱۹- دیکھئے : .M.B. Olcott، محولہ بالا

۲۰- دیکھئے : ایضاً۔

۲۱- عام طور پر کہا جاتا ہے کہ قازقوں نے اٹھارویں اور انیسویں صدی عیسوی میں اسلام قبول کیا۔ بعض مغربی اور روسی ماخذ میں تو یہاں تک کہا گیا ہے کہ روسی زاروں (خاص کر زارینہ کیتھرین نے) قازق قبائل میں اٹھارویں اور انیسویں صدی عیسوی میں تاتار مسلم مبلغین کے ذریعے اسلام پھیلایا" تاکہ ان خانہ بدوش قبائل کو مہذب زندگی اختیار کرنے پر مجبور کیا جاسکے"۔ اور انجام کار انہیں تاتاروں کی طرح روسی حاکمیت اور زار روس کی بالادستی تسلیم کرنے کے لئے تیار کیا جاسکے۔ حقیقت یہ نہیں ہے۔ اگرچہ یہ تسلیم کرنے میں کوئی ممانعت نہیں ہونی چاہئے کہ اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں قازق علاقوں میں تاتار "مبلغین" دعوت اسلام کا کام کرتے رہے ہوں گے" اور یہ کہ "انہیں روسی زاروں کی سرپرستی" بھی حاصل رہی ہوگی، تاہم یہ کہنا کہ قازق ترک قبائل میں اسلام انیسویں صدی میں پہنچا تاریخی حقائق سے انکار کے مترادف ہوگا۔ جہاں تک تاتاروں کے ذریعے قازق عوام میں اسلام کی اشاعت کے نتیجے میں انہیں "مہذب بنانے" کا معاملہ ہے تو اس سلسلے میں صرف اتنا کہہ دینا کافی ہوگا کہ قازان کے تاتاروں کو قازقستان میں اساتذہ اور "مبلغین" کے طور پر بھیجنے کی حوصلہ افزائی محض اس لئے کی گئی کہ تار تاریوں کو روسی غلام بنے دو تین صدیاں گزر چکی

تھیں اور انہیں روسی تہذیب و ثقافت میں رنگ لیا گیا تھا۔ ان کی مسلم شناخت کو تباہ و برباد کر دیا گیا تھا۔ قازقستان کے پڑوس میں اسلامی تہذیب و تمدن کا گہوارہ تو بخارا (اور سمر قند و خیوا) کے علاقے تھے۔ اگر مان لیا جائے کہ روسی زار "قازقوں کو مسلمان بنا کر مہذب بنانے" میں سنجیدہ تھے تو اس صورت میں انہوں نے بخارا اور خیوا سے مسلمان علماء اور اساتذہ کی قازقستان آمد کی حوصلہ افزائی کرنے سے کیوں گریز کیا۔ دراصل روسی قازق علاقوں میں روسی تہذیب و تمدن کی اشاعت چاہتے تھے۔ اس کے لئے وہ تاتار معلمین کو ایک ماڈل اور نمونہ کے طور پر متعارف کرانا چاہتے تھے۔

قازقوں میں اسلام پہلی صدی ہجری میں ماوراء النہر میں مسلمان فاتحین کی آمد کے ساتھ پہنچ چکا تھا۔ اگرچہ شروع میں اسلام قبول کرنے والوں کی بڑی تعداد سیر دریا کے دونوں کناروں پر آباد ترک (قازق) قبائل پر مشتمل تھی۔ دراصل اُس وقت موجودہ قازقستان کے علاقوں میں سے صرف سیر دریا سے متصل سمر چیا اور اس دریا کے طاس کے علاقوں میں قصبات کے پتہ چلتا ہے۔ قازقستان کے شمالی اور مغربی علاقے صحرا اور میدانوں (دشت قپچاق) پر مشتمل تھے جو مستقل سکونت کے لئے موزوں نہیں تھے۔ ان علاقوں میں خانہ بدوش گلہ بانوں کی آمد ورفت جاری رہتی تھی۔ مستقلاً محو سفر رہنے کی بنا پر یہ خانہ بدوش مورخین کی توجہ کا مرکز نہیں بن سکے ہیں۔ تاہم تاریخی روایات کی ٹکڑیوں کے ایک دوسرے کے ساتھ موازنہ کے ذریعے اس نتیجہ پر پہنچا جا سکتا ہے کہ نہ صرف قازقستان کے اسفیجاب (سیرام)، فاراب (اترار) اور تاراز (ژنمبول) جیسے بڑے شہر بلکہ "اسفیجاب کے مغرب اور جنوب مغرب میں واقع زرخیز چراگاہیں بھی ایسے خانہ بدوش قبائلوں کے زیر تسلط تھیں، جو اسلام قبول کر چکے تھے، اور جنگی تعداد ایک ہزار خاندانوں پر مشتمل تھی۔ اسفیجاب کے شہرستان (رہائشی علاقہ) کے چار دروازے تھے۔ باب بخکات، باب فرغان، باب بخارا اور باب شکرانہ - شہر میں [میر شہر کا] محل، قید خانہ، جامع مسجد اور بازار واقع تھے"۔

بارتھولڈ کے مطابق اسفیجاب کا قلعہ دسویں صدی عیسوی میں ہی کھنڈر بن چکا تھا۔ جس شہر کا قلعہ دسویں صدی عیسوی میں کھنڈر پایا گیا اور اس کے آثار میں مسجد کی عمارت بھی پائی گئی ہو وہاں یقیناً اسلام دو سو سال پہلے (یعنی آٹھویں یا نویں صدی میں) پہنچ گیا ہوگا۔ مقدسی کے مطابق "... اسفیجاب میں مجاہدین اسلام کے لئے ستر دسو (۱۷۰۰) کاروان سرائے تعمیر کئے گئے تھے [کذا]۔ "مقدسی ہی کے مطابق "... اسفیجاب سے دو دن کی مسافت پر ارسوبانیکات کے نام سے ایک قلعہ بند شہر واقع تھا جس میں ایک جامع مسجد تھی"۔ مقدسی ہی کے مطابق "... فاراب ضلع کے صدر مقام فاراب (اترار) شہر میں ستر ہزار سپاہیوں کو ٹھہرانے کی گنجائش تھی۔ یہاں کی جامع مسجد شہرستان میں واقع تھی ... فاراب (اترار) ضلع کے قصبات میں شتند بھی شامل تھا جہاں قارلوق ترکوں کی آبادیاں تھیں جو اسلام قبول کر چکے تھے ... فاراب کے قصبات میں 'واسج' بھی شامل تھا جو ایک مضبوط امیر کا قلعہ بند قصبہ تھا جس میں جامع مسجد بھی واقع تھی۔ ... واسج مشہور فلسفی ابوالنصر فارابی کی جائے پیدائش تھا۔ "مقدسی کے مطابق ترکوں (قازقوں) کے ساتھ سرحدوں پر واقع دیگر شہروں اور قصبات میں سوران (جو سات دیواروں پر مشتمل قلعہ بند قصبہ تھا اور جس کے شہرستان - اندرونی شہر یا رہائشی علاقہ - میں جامع مسجد بھی واقع تھی)، ترار (تراز)، شغلجان (جو کیماک ترکوں کے

سرحدی علاقوں پر واقع تھا) اور بلج اور باروکات شہر (جن میں اسلام قبول کرنے والے ترکمن آباد تھے) شامل تھے۔
تفصیلات کے لئے دیکھئے : W. Barthold , *Turkestan* .... op. cit, PP. 175-178.

اوپر گزر چکا ہے کہ (قازقستان کے) قارلوق ترک اسلام قبول کر چکے تھے۔ سوال یہ ہے کہ یہ قارلوق ترک کون ہیں؟ اور اس سے بھی اہم سوال یہ ہے کہ انہوں نے اسلام کب قبول کیا؟ ان سوالات کے جوابات ڈھونڈنے کے لئے مسلم فاتحین کی علاقہ میں آمد کے وقت یہاں مختلف ترک (اور غیر ترک) قبائل کے درمیان اقتدار کے لئے رسہ کشی کا جائزہ لیناضروری ہے۔ مسلم فاتحین کی علاقہ میں آمد کے وقت یہاں ایرانی النسل آریائی سرداروں کی ایک اتحادی حکومت (سغدین کنفیڈریشن) بر سر اقتدار تھی جو مغربی ترک خاقانیہ کی برائے نام بالادستی کے تابع تھی۔ ۶۸۹ء سے ۷۱۱ء تک مشرقی ترک خاقانیہ (جو موجودہ چینی ترکستان اور اس کے نواح میں قائم تھی) کے میچو خان (Me-chue Khan) نے مغربی ترک خاقانیہ کے علاقوں پر پے در پے یلغار کر کے ان پر اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ میچو خان نے مغربی ترک خاقانیہ کے خان کو بھی اپنا قیدی بنالیا۔ میچو خان نے آہستہ آہستہ مسلمان فاتحین کے قبضہ سے سمرقند کے علاوہ سغدیانہ کے تمام علاقے چھین لیے۔ بہر حال ۷۱۳ء میں قتیبہ بن مسلم نے ایک بار پھر حملہ کر کے سغدیانہ سے مشرقی ترک خاقانیہ کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا۔ ۷۱۶ء میں میچو خان کی موت کے بعد مغربی ترکوں کے ترگیش قبیلے کی سربراہی میں مغربی ترک خاقانیہ کا ایک بار پھر احیاء ہوا لیکن اس بار یہ خاقانیہ مغربی ترک خاقانیہ کے بجائے ترگیش خاقانیہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ ترگیش (ترک) قبیلے کے سردار اور نودریافت ترگیش خاقانیہ کے سربراہ سولو (Sulu) نے وسطی ایشیا کے تمام مغربی علاقوں پر قبضہ کر کے سغدیانہ میں مسلم فاتحین کے خلاف مقامی آبادی اور سرداروں (دہقانوں) کی بغاوتوں میں ان کی بھرپور مدد کرنا شروع کر دی۔ ۷۳۷ء / ۷۳۸ء میں اس ترگیش خاقانیہ کے خاتمہ تک سغدیانہ یا ماوراء النہر میں مسلم فاتحین کے خلاف برپا ہونے والی ہر بغاوت کی اس خاقانیہ نے پشت پناہی کی۔ ترگیش خاقانیہ کے بانی سولو خان کو مسلمانوں کے خلاف اس کی مسلسل جنگجویانہ مہمات کی بنا پر "ابو مزاحم" کا لقب دیا گیا۔ ۷۳۷ء یا ۷۳۸ء میں ترگیش خاقانیہ کے خاتمہ کے وقت وسطی ایشیا اور خراسان میں اموی حکمرانوں کے خلاف شیعانِ اہل بیت کی تحریک زوروں پر تھی۔ اس تحریک نے بعد میں مسلح بغاوت کی شکل اختیار کر لی تھی۔ چنانچہ مقامی عرب گورنروں کی ساری توانائیاں اس بغاوت کو فرو کرنے میں صرف ہو رہی تھیں۔ اور نتیجتاً ملک میں بدامنی اور انتشار کی سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ بدامنی، انارکی اور اندرونی انتشار کی اس کیفیت کے نتیجے میں وسطی ایشیا میں اقتدار اور حکمرانی کا جو خلا پیدا ہوا اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک طرف چینیوں نے وسطی ایشیا پر قبضہ کرنے کے لئے پیش قدمی شروع کی اور دوسری طرف قازقستان کے قارلوق (ترک) قبائل سمرچیا اور سیر دریا صوبے کے مشرقی علاقوں پر اپنا اقتدار قائم کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ چینی حملہ آوروں کو تو ۷۵۱ء میں دریائے تالاس کے کنارے شکست سے دوچار کر دیا گیا لیکن قارلوق ترک قبائل ۷۶۶ء میں ترگیش خاقانیہ کے دارالحکومت سویاب (Suyab) پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے اور یوں انہوں نے ترگیش خاقانیہ کے زوال کے بعد سمرچیا اور قازقستان

کے سیر دریا کے علاقوں میں اقتدار کے خلا کو پُر کر دیا۔ بقول ڈبلیو۔ بار تھولڈ :

"Semerchye and the eastern part of the Syr- Darya province were siezed by the Qarluks (Karluks), who in 766 had occupied suyab, the former Turgesh Capital".

(بار تھولڈ : ایضاً، ص ۲۰۱)۔

یہی قارلوق ترک وہ لوگ ہیں جو ماوراء النہر میں مسلم مقبوضات کے شمال میں نزدیک ترین پڑوسی تھے۔ قارلوقوں نے جو سلطنت قائم کی اس کے سربراہ کو جبغیر خان (Jabghir Khan) کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ (بار تھولڈ، ایضاً، ص ۲۰۲)۔ ان کی معیشت کا دارومدار ماوراء النہر کے شہری علاقوں سے تجارت پر تھا۔ بخارا، سمرقند، تاشقند اور فرغانہ سے مسلم تاجر اور مبلغین یہاں آکر آباد ہوئے اور انہیں کے سبب قارلوق ترکوں کی آبادیوں میں آٹھویں صدی عیسوی کے نصف آخر میں اسلام کی اشاعت ہوئی۔ بار تھولڈ اس سلسلے میں لکھتے ہیں :

"Not far from Yanikant were two other samller towns, Jand and khuwara (orJuwara); all three towns were inhabited by Muslims (probably traders from Khorezmia and Transoxiana), although they were in the territories of unbelievers ..... Gardizi describes as well the trade route from Yanikant into the land of the Kemaks to the bank of the Irtysh".

(بار تھولڈ ایضاً، ص ۱۷۸)۔

نویں صدی کے نصف اول میں ہزاروں کی تعداد میں ترکوں نے خلافت بغداد کی افواج میں شمولیت اختیار کی جس سے ترکوں میں اشاعت اسلام کو مزید فروغ ملا۔ ٹی. ڈبلیو. آرنلڈ وسطی ایشیا کے ترکوں میں اسلام کی اشاعت کے بارے میں لکھتے ہیں :

".....Some of the inhabitants accepted the invitations of Umar II [Umar b. Abd al-Aziz] (A.D 717-720) to embrace Islam, and large numbers were converted through the preachling of a certain Abu Sayda who commenced this mission in Samarqand in the reign of Hisham (724-743), but it was not until the reign of Al-Mutasim (833-842) that Islam was generally adopted there, one of the reason probably being the more intimate relations established at this time with the then capital of the Muhammadan world, Baghdad, through the enourmous numbers of Turks that had flocked in thousands to join the army of the Caliph.

(ٹی. ڈبلیو. آرنلڈ)، حوالہ بالا، ص ۲۱۷۔

البتہ یہ کہنا صحیح ہے کہ آٹھویں صدی عیسوی کے نصف آخر سے نویں صدی کے نصف اول تک ترکوں میں اشاعت اسلام کی رفتار سست رہی۔ دسویں صدی عیسوی میں بعض نامور ترک حکمرانوں (ستوق بغراخان ملقب بہ تمغاج خان فرمانروائے سلطنت قرہ خانیاں) کی طرف سے قبول اسلام کے بعد، جن کی سلطنت میں موجودہ قازقستان کے علاقے شامل تھے، اور جو قارلوق ترکوں میں اقتدار کے لئے ہونے والی رسہ کشی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اقتدار پر قابض ہوگئے تھے، ترکوں میں اجتماعی طور پر اسلام قبول کرنے کا رجحان زور پکڑ گیا۔ بقول ٹی. ڈبلیو. آرنلڈ :

"Islam having thus gained a footing among the Turkish tribes seems to have made but

slow progress until the middle of the tenth century, when the conversion of some of their chieftains to Islam, like that of Clovis and other barbarian kings of northern Europe to Christianity, led their clansmen to follow their example in a body".

(ٹی. ڈبلیو. آرنلڈ، ایضاً)۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں شامل مقالے "قازقستان" کے مطابق، "قازقستان میں اسلام دسویں صدی عیسوی میں پہنچا جب بلخ کے قازق قبائل نے اسلام قبول کیا"۔ ایم بی اولکاٹ کے مطابق "۹۶۰ء میں [سن کے حوالے سے اولکاٹ سے سرزد ہونے والی غلطی کا تذکرہ متن میں کر دیا گیا ہے۔ تمغاچ خان ۹۵۵ء میں فوت ہو گیا تھا چنانچہ اس کے قبول اسلام کا واقعہ دسویں صدی کی پانچویں اور چھٹی دھائی کا ہے] قرہ خانی فرمانروا تمغاچ خان (یا تمگاچ خان) نے اسلام قبول کیا اور آمو دریا اور سیر دریا کے زیریں علاقوں کی مسلم آبادی کو اپنی سلطنت میں شامل کرنے میں کامیاب ہو گیا" (اولکاٹ بحوالہ بالا ص ۶)۔ گویا تمغاچ خان نے آمو دریا کے جن زیریں علاقوں کو [اولکاٹ کے مطابق] ۹۶۰ء میں اپنی سلطنت میں شامل کیا وہاں کی قارلوق قبائل پر مشتمل آبادی پہلے سے ہی مسلمان تھی۔ ایم بی اولکاٹ اس حقیقت کو زیادہ بہتر انداز میں تسلیم کرتے ہوئے لکھتی ہیں :

"...in spite of the fact that Islam was introduced to the cities of southern Kazakhstan in the eighth century, at the time of the Arab conquest, and that the Turkish nomads of the Kazakh steppe nominally [?] embraced Islam in 1043..."

مارتھا بر ل اولکاٹ نے صحرائے قازقستان کے ترک قبائل کے اسلام کو برائے نام (nominal) شاید اس لئے کہا ہے کہ ان کے مطابق "اٹھارویں صدی عیسوی کے مبصرین (observers) سٹیپ (صحرا یا دشت) کے قازق علاقے میں مسجدوں اور مدرسوں کی مکمل عدم موجودگی اور سمرقند اور جنوبی قازقستان کے علاقوں میں تباہ شدہ مسجدوں اور مدرسوں کی مرمت نہ کئے جانے کا ذکر کرتے ہیں۔" لیکن اولکاٹ اپنی اس رائے کی خود ہی تردید کرتے ہوئے آگے لکھتی ہیں :

"Although Islam was deeply entrenched in the cities south of the steppe, there was little proselytizing in this period in large part because of the eclipse of the cities in south and southeastern Kazakhstan and the decline of the Kazakh steppe as a trade route".

(دیکھئے : اولکاٹ ایضاً، ص ۱۹)۔

ان تمام تاریخی حقائق کو پیش نظر رکھتے ہوئے بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ قازقستان کے سیر دریا کے قریب کے شہری علاقوں اور سمرقند میں اسلام آٹھویں صدی عیسوی میں پہنچ گیا تھا۔ جبکہ دسویں صدی عیسوی میں قرہ خانی ترک فرمانروا ستوق بغرا خان (ملقب بہ تمغاچ خان) کے قبول اسلام کے بعد اس کی قارلوق اور دیگر ترک قبائل پر مشتمل (قازق) رعایا نے اجتماعی طور پر اسلام قبول کر لیا تھا۔ چنانچہ روسی اور مغربی ماخذ میں قازقوں کے انیسویں صدی میں اسلام قبول کرنے سے متعلق دعوے اور تصریحات سراسر بے بنیاد ہیں۔ رہی دشت قازقستان میں مسجدیں نہ ہونے کی بات تو اس کی وجہ انتہائی سادہ ہے : ایک ایسے صحرا میں جہاں صحرانورد گلہ بان خانہ بدوشی کی زندگی گزارتے

ہوں، جہاں وہ مستقل طور پر مقیم نہ ہوں، وہاں مسجدیں تعمیر کرنے کا کیا سوال ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ یہ ترک قبائل اگر اپنے گھروں (خیموں) کو اپنے ساتھ لے کر پھر سکتے تھے تو لازماً وہ اپنی مسجدوں کو بھی ساتھ لے کر پھرتے رہے ہوں گے۔ آخر ان کی مسجدیں بھی تو انہی خیموں پر مشتمل ہوتی ہوں گی۔ جس طرح ان کی چوپال اور بیٹھکیں ان خیموں پر مشتمل ہوتی تھیں۔ سرچیا اور جنوبی قازقستان کے شہر بھی چونکہ پرانی تجارتی شاہراہ (شاہراہ ریشم) پر واقع تھے اس لئے اس شاہراہ کے نہ رہنے کے بعد غیر آباد ہوگئے۔ مزید یہ کہ تیرھویں صدی عیسوی کی ابتداء میں منگول حملہ آوروں نے ان شہروں کو تباہ و برباد کیا اور علاقے میں ایک نئی سلطنت کی بنیاد رکھی جس کا صدر مقام منگولیا میں واقع تھا۔ چنگیز خان کی موت کے بعد قازقستان جس منگول سلطنت کا حصہ بنا اس کا صدر مقام بھی ان پرانے شہروں سے بہت دور انتہائی مغرب میں سرائے کا شہر (موجودہ قازان) تھا۔ بعد میں امیر تیمور اور قازق قبائل کے لشکر بزرگ، لشکر میانہ، لشکر کوچک اور لشکر بوکے کے ادوار اقتدار میں سیر دریا کے شمالی کنارے کے قازق شہر ایک بار پھر تمدنی، سیاسی اور تہذیبی سرگرمیوں کا مرکز بنے۔ ان شہروں میں یسی یا یاسی (yasy) (آج کا ترکستان شہر) کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ بارہویں صدی عیسوی کے مشہور قازق صوفی بزرگ احمد یسوی کا تعلق اسی شہر سے ہے۔ شیخ احمد یسوی کا مقبرہ مرجع خلائق رہا ہے اور آپ کے مرید ہنوز قازقستان اور وسطی ایشیا کے دیگر علاقوں میں سرگرم عمل ہیں۔ شیخ احمد یسوی نے خود بخارا سے دینی تعلیم حاصل کی تھی اور بعد میں اپنی زندگی کا بہت سارا حصہ یسی میں دعوت و تبلیغ میں مصروف رہ کر گزار دیا۔ ۱۳۹۷ء میں امیر تیمور نے شیخ احمد یسوی کے مقبرہ کے ساتھ ایک مسجد تعمیر کرائی۔ قازقوں کے لشکر بزرگ اور لشکر میانہ کے خوانین شیخ احمد یسوی کے اسی مقبرہ میں دفن کیے جاتے تھے۔ سولہویں صدی عیسوی میں یسی کا نام بدل کر ترکستان رکھا گیا۔ تزک بابری میں بابر نے بھی ترکستان شہر کا ذکر ترکستان کے نام سے کیا ہے۔ یہ شہر آج بھی اسی نام سے موسوم ہے اور اس میں چودھویں صدی عیسوی میں تعمیر کردہ مذکورہ مسجد 'حضرت مسجد' کے نام سے آج بھی موجود ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ گو قازقستان میں اسلام کی اشاعت وسطی ایشیا کے دیگر شہری علاقوں (oasis towns) کی نسبت سست رفتاری سے ہوئی تاہم قازق خانہ بدوش قبائل بھی آٹھویں اور نویں صدی ہی میں اسلام کو بطور مذہب اور ایک برتر تہذیب کے قبول کر چکے تھے۔ چنانچہ:

"Apart from Bukhara, Samarqand and other cities of Maverannahr, the penetration of Islam into steppes of Central Asia [present day Kazakhstan] was rather different. Here, Islam penetrated in a more pacifist fasion through Muslim merchant caravans. Tenth cantury sources report that a large number of towns in the steppes had mosques. These merchants and urban people brought the material achievments of prosperous Islamic lands to the nomads of Central Asia. The lure of Islam as a civilization was very strong and the major impetus for nomdic tribes embracing Islam".

دیکھئے:

Diloram Ibrahim, *The Islamization of Central Asia: A case Study of Uzbekistan*, Islamic Foundation, Leicester (UK), 1993, p. 16.

قازقستان میں اسلام پچھلے گیارہ یابارہ سو سال کا تسلسل ہے۔ اٹھارویں صدی عیسوی میں روسی استعمار کے تسلط میں آنے سے قبل قازقستان میں اسلام (منگول تسلط کے شروع کے عہد کے استثناء کے ساتھ) کبھی بھی کمزور یا پس منظر میں نہیں رہا ہے۔ قازقستان جس منگول سلطنت کا حصہ تھا اس کے فرمانروا اوزبیک خان (دور اقتدار: ۱۳۱۳ء-۱۳۴۱ء) نہ صرف اسلام قبول کر چکے تھے بلکہ وہ اسلام کے ایک عظیم مبلغ تھے۔ اس سے قبل لشکر زریں کی اسی سلطنت کے حکمران خان برکہ خان (دور اقتدار: ۱۲۵۶ء-۱۲۶۷ء) بھی اسلام قبول کر چکے تھے۔ چنانچہ لشکر زریں کی سلطنت میں بھی قازقوں میں اسلامی تعلیمات کو مزید فروغ ملا۔ معاصر قازق قوم کا تعلق اُن ترک قبائل سے ہے جو لشکر زریں کے خان اوزبیگ خان سے وابستگی کی بنا پر ازبک کہلائے۔ پندرہویں صدی عیسوی (خان ابوالخیر کے دور اقتدار) میں دو ازبک شہزادوں جانی بیگ اور کیرائی (یہ دونوں ابوالخیر سے قبل ازبک خانیت کے فرمانروا براق خان کے صاحبزادے تھے) نے تخت حکومت کی وراثت کا دعویٰ کرتے ہوئے ابوالخیر سے بغاوت کا اعلان کیا اور اپنے حمایتی قبائل کی مدد سے موجودہ قازقستان کے بعض علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ خان ابوالخیر سے بغاوت کرنے والے یہی "ازبک" آج کی قازق قوم کے مورث اعلیٰ ہیں۔ چنانچہ تاریخی طور پر ازبکوں (جن کا پچھلے ہزار بارہ سو سال سے مسلمان ہونا مسلمہ حقیقت ہے) کا حصہ ہونے کے باجود قازقوں کے بارے میں یہ کہنا خلاف حقیقت ہوگا کہ انہوں نے اسلام کو روسی استعمار کی آمد کے بعد روسی کوششوں کے نتیجے میں قبول کیا۔ الیگزینڈر بنگسن نے بھی روسی ماخذ پر اعتماد کرتے ہوئے لکھا کہ:

"...but others - the nomads of the Kazakh steppes, the Kirgiz and some of the Caucasian mountainers - had only recently been converted during the eighteenth and nineteenth centuries and were only superfially Islamicised".

دیکھئے: Alexander Bennigsen and Chantal Lemercier Quelquejay, *Islam in the Soviet Union*, London: Pall Mall Press, 1967, P.5.

۲۲- دیکھئے: ایم. بی. اولکاٹ، بحوالہ بالا، ص ۶۔

۲۳- سرائے کا شہر استراخان سے شمال کی جانب ۶۵ میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ لشکر زریں (اور لشکر سفید) کے زوال کے بعد یہ شہر قازان کی تاتاری خانیت کا دارالحکومت رہا۔ اسی دوران اس کا نام بھی سرائے کے بجائے قازان پڑ گیا۔

۲۴- جیسا کہ پہلے گزر ہو چکا ہے باتو خان کے بڑے بھائی اور دہ خان نے شروع ہی سے اپنے بھائی باتو خان کے لشکر زریں کی سلطنت میں شمولیت اختیار نہیں کی بلکہ مغربی سائبیریا میں لشکر سفید کے نام سے اپنی علیحدہ سلطنت قائم کر لی تھی۔ واضح رہے کہ مغربی سائبیریا کا علاقہ بھی اوردہ اور باتو خان کے باپ جوچی خان کی وراثت میں شامل تھا۔ بعد میں مغربی سائبیریا کے اسی لشکر سفید کے جانشینوں نے سیر دریا کے علاقے میں لشکر زریں کے اندر ایک نیم خود مختار خانیت تشکیل دی۔ اسی لشکر سفید کے جانشیوں نے ۱۳۷۶ء میں لشکر زریں کی مرکزی سلطنت پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ چودھویں صدی کے اواخر میں تیمور کی فتوحات کے وقت لشکر زریں کی مرکزی سلطنت (جس کا دارالسلطنت

سرائے تھا) پر اوردہ کے لشکر سفید کے جانشین تختمش یا تقمیش کی حکومت تھی جس نے لشکر زریں اور لشکر سفید کی چھوٹی چھوٹی نیم خود مختار ریاستوں کو از سر نو متحد کر دیا تھا۔ تیمور نے ۱۳۹۵ء میں تقتمش کے چار بیٹوں کو ملک بدر کر دیا تھا۔ تاہم پندرہویں صدی کے ربع اوّل میں تقتمش کی اولاد لشکر زریں / لشکر سفید کی برائے نام حکمرانی حاصل کرنے میں ایک بار پھر کامیاب ہو گئی تھی۔

تفصیلات کے لئے دیکھئے : M.B. Olcott, op.cit.

نیز دیکھئے :'بی سپلر' مقالہ بعنوان "چنگیز (خانوادہ)''، اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔

نیز دیکھئے : O. La, "Mangols" (article), Insyc. Britanica.

۲۵-ترمہ شیریں کی موت کے بعد چغتائی سلطنت بھی دو حصوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ ماوراء النہر کے چغتائی خوانین اور مغولستان کے چغتائی خوانین نے اپنے اپنے علاقوں میں خود مختار سلطنتیں قائم کر لی تھیں۔ چغتائی خان تغلق تیمور نے خاندان کی دونوں شاخوں کو متحد کیا لیکن ۱۳۶۳ء میں تیمور (لنگ) کی فتح نے اس اتحاد کو ایک بار پھر منتشر کر دیا۔

دیکھئے :بی سپلر ،ایضاً۔

۲۶-دیکھئے :بی سپلر ،ایضاً۔

۲۷-دیکھئے :او.لا ،حوالہ بالا۔

۲۸-دیکھئے :ایم.بی.اولکاٹ ،حوالہ بالا ،ص ۷۔

۲۹- لشکر نوغائی کی تشکیل لشکر زریں کی سلطنت کے مشہور فوجی جرنیل ایدیگو (روسی :Edegey) نے کی تھی۔ ایدیگو کی سربراہی میں لشکر نوغائی نے چودہویں صدی کی آخری دہائی میں قازقستان کے شمال مغربی علاقوں اور لشکر زریں کی روسی مقبوضات (جنوبی سائبیریا) میں اپنی سلطنت قائم کی۔ لشکر نوغائی ترک اور منگول نسل کے مختلف قبائل کے اتحاد سے عبارت تھا جو لشکر زریں کے ایک نامور شاہزادے اور امیر نوغائی کی نسبت سے لشکر "نوغائی" کہلایا۔ نوغائی خان نے (جو لشکر زریں کے بانی باتو خان کے چھوٹے بھائی مغول خان کا پوتا تھا) لشکر زریں کے کئی حکمرانوں کے دور میں ایک مقتدر شخصیت کی حیثیت سے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ نوغائی خان ۱۲۹۹ء میں ایک خانہ جنگی میں مارا گیا۔

لشکر نوغائی کے بانی ایدیگو کا تعلق شاید ان قبائل سے تھا جو خانوادہ جوچی کے شہزادوں میں سے نوغائی خان کے زیر اثر رہے تھے۔ لشکر نوغائی میں شامل قبائل میں سے مشہور ترین قبیلہ منگیت (Mangit) تھا۔ خود ایدیگو کا تعلق اسی قبیلہ سے تھا۔ لشکر نوغائی کا شمار آج کے باشکیر تاتاروں، وولگا تاتاروں، قازقوں اور قراکلپاک (یا کاراکلپاک) قبائل کے مورثین اولین میں ہوتا ہے۔ سولہویں صدی کے نصف اول میں لشکر نوغائی کی سلطنت طاقت کے عروج پر تھی۔ اس دوران اس نے مسکووی، قازان خانیت اور کریمیا کی تاتار خانیت کی آپس کی جنگوں میں بھرپور کردار ادا کیا۔

نوغائی (یا نوگوئی) سلطنت کا دارالسلطنت دریائے وولگا کے مجرائے زریں کے مشرقی کنارے دریائے یائیک (یا جائیک) کے دہانے پر واقع شہر سرائے چک (Saraycik) تھا۔ سولہویں صدی کے وسط میں استراخان اور قازان

خانیتوں پر روسی قبضے کے بعد لشکر نوغائی بھی دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ نوغائی لشکر بزرگ زیریں وولگا کے علاقوں میں بدستور سکونت پذیر رہا اور اس نے (۱۵۵۵ء سے ۱۵۵۷ء تک کے عرصہ میں) روسی بالادستی کو تسلیم کیا۔ جب کہ نوغائی لشکر کوچک دریائے کوبان کے داہنے کنارے، بحر ازوف کے سواحل اور جنوبی یوکرین کے علاقوں پر قابض ہو گیا۔ ۱۶۳۴ء میں سائبیریا کے کلموک قبائل کے حملوں کے نتیجے میں نوغائی لشکر بزرگ کو بھی جنوب کی طرف پیچھے ہٹنا پڑا۔ چنانچہ سولہویں صدی کے وسط میں دونوں لشکروں میں ایک بار پھر ایکا اور اتحاد قائم ہو گیا۔ بعد ازاں لشکر نوغائی اور اس کے علاقے کریمیا کی تاتار خانیت کی بالادستی میں چلے گئے۔ کریمیا کی تاتار خانیت پر روسی حملوں کے دوران لشکر نوغائی ایک بار پھر انقسام کا شکار ہوا۔ روسی کوسک نو آبادکاروں کے دباؤ کے نتیجے میں نوغائی قبائل ٹکڑیوں میں بٹ کر تتر بتر ہو گئے۔ کچھ لوگ مغرب میں بدژاک (Budzhak) کی طرف نقل مکانی کر گئے اور عثمانی اقتدار کے زیر نگیں ہو گئے۔ بعض دیگر لوگوں نے مشرق کا رخ کیا اور داغستان (اور چیچنیا) میں آباد ہو گئے۔ لشکر زریں سے تعلق کی بنا پر نوغائی بھی چودہویں صدی عیسوی کے اوئل میں خان ازبیگ خان کے دور اقتدار (۱۳۱۲ء-۱۳۴۲ء یا ۱۳۱۳ء-۱۳۴۱ء) میں ہی مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے۔ سترہویں صدی میں کریمیا کی تاتار خانیت کی رعایا بننے کے بعد نوغائی میں اسلام کی اشاعت کو مزید تقویت ملی۔ انیسویں صدی کے وسط میں داغستان اور چیچنیا کے علاقوں میں امام شامل کی قیادت میں روسی استعمار کے خلاف تحریک مزاحمت کے کچل دیے جانے کے بعد قفقاز کی دیگر قومیتوں کی طرح نوغائی لوگوں نے بھی بہت بڑی تعداد میں ترکی کی طرف ہجرت کی۔ نوغائی اب بھی مغربی قازقستان، روسی فیڈریشن کے ستاوروپول ریجن (Krai) اور داغستان کے قرہ نوغائی ڈسٹرکٹ میں سکونت پذیر ہیں۔ واضح رہے کہ روسیوں نے سولہویں صدی میں لشکر نوغائی کی تقسیم کا از سر نو احیاء کرتے ہوئے ستاوروپول کے نوغائی کو آق نوغائی (سفید نوغائی) اور داغستان کے نوغائی باشندوں کو قرہ نوغائی (سیاہ نوغائی) کا نام دیا ہے۔ اور ان دونوں گروہوں کے لئے سیریلیک رسم الخط میں دو مستقل زبانیں متعارف کرائی ہیں۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے: F.Bajraktarevic, "Noghay" (article) ، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام۔ نیز دیکھئے: ڈبلیو۔ بارتھولڈ (مقالہ بعنوان) "ترک"، اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ نیز دیکھئے: شیریں اکینر، بحوالہ بالا، ص ۱۵۹-۱۶۴۔ نیز دیکھئے:

Alexandre Bennigsen and S. Enders Wimbush, *Mulsims of the Soviet Empire : A Guide*, London: Hurst Company, 1985, PP. 170-1.

نیز دیکھئے: ایم۔ بی۔ اولکاٹ، بحوالہ بالا، ص ۴ اور ۷-۱۲۔

نیز دیکھئے: بی۔ سپلر، بحوالہ بالا۔

نیز دیکھئے: ڈبلیو۔ بارتھولڈ (مقالہ بعنوان) "تاتار"، اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔

۳۰- ازبیگ کے نام سے موسوم ترک قبائل کا تعلق بھی جوچی خاندان کی سلطنت قپچاق (لشکر زریں) سے تھا۔ یہ لوگ لشکر زریں کے ایک نامور مسلمان حکمران خان ازبیگ خان سے وابستگی یا ان کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہونے کی بنا پر ازبیگ کہلائے۔ ازبیگ خان اور ازبکوں کے بارے میں معلومات کے لئے دیکھئے: حاشیہ ۹۔

۳۱-دیکھئے: ڈبلیو. بار تھولڈ. (مقالہ بعنوان) "ترک"، اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔

۳۲-دیکھئے: ایم. بی. اولکاٹ، بحوالہ بالا، ص ۷۔

۳۳-ڈبلیو. بار تھولڈ، بحوالہ بالا۔

۳۴۔دیکھئے: ایم. بی. اولکاٹ، بحوالہ بالا۔

۳۵-دیکھئے اولکاٹ ایضاً، ص ۸۔ نیز دیکھئے: بی. سپلر، بحوالہ بالا۔

۳۶- مغولستان سے مراد چنگیز خان کے دوسرے بیٹے چغتائی خان کی سلطنت کا وہ حصہ تھا جو آج کے منگولیا، کرغیز ستان، قازقستان کے مشرقی علاقوں اور مشرقی ترکستان پر مشتمل تھا۔ جانی بیگ اور کیرائی (یا گیرائی) کی یہاں آمد کے وقت مغولستان چغتائی سلطنت کے اندر ایک خود مختار مملکت تھی۔

دیکھئے: Sherin Akiner, *Islamic People of the Soviet Union*, op.cit. PP. 287.

۳۷-اوئرات یا جنگار منگول قبائل تھے جنہوں نے پندرہویں صدی کے وسط میں منگولیا سے نکل کر خان ابوالخیر کی ازبک سلطنت (جس میں موجودہ قازقستان کے علاقے شامل تھے) کے اکثر شہروں کو جلا دیا تھا اور خطے کی معیشت کو تباہی سے دوچار کر دیا تھا۔ دیکھئے: ایم. بی. اولکاٹ، بحوالہ بالا، ص ۸۔

۳۸-دیکھئے: G.R.G.H., "History of Turkistan" (article), Incyc. Britanica.

نیز دیکھئے: ایم. بی. اولکاٹ، ایضاً۔

۳۹-دیکھئے: ایضاً۔

۴۰- دیکھئے: G.R.G.H, op.cit.

۴۱-دیکھئے: G.R.G.H, ibid.

۴۲-دیکھئے: اولکاٹ، بحوالہ بالا، ص ۹۔

۴۳- قازق خانیت کے اولین حکمرانوں کے ادوار اقتدار کا تعین کرنا نسبتاً مشکل کام ہے۔ مختلف مآخذ میں ان کے ادوار اقتدار کو مختلف بیان کیا گیا ہے۔ ہمارے پیش نظر جی. آر. جی. ایچ کا مذکورہ بالا مقالہ اور ایم. بی اولکاٹ کی کتاب "دی قازقز" رہے ہیں۔

۴۴-دیکھئے: G.R.G.H, ibid.

۴۵-دیکھئے: اولکاٹ، بحوالہ بالا-

۴۶-دیکھئے: اولکاٹ، ایضاً۔

۴۷-دیکھئے: جی. آر. جی. ایچ، بحوالہ بالا۔ نیز دیکھئے اولکاٹ، بحوالہ بالا، صفحات ۹-۲۳۔

۴۸-اولکاٹ، ایضاً، ص ۱۰۔

۴۹-ایضاً، ص ۲۴۔

۵۰-ایضاً، ص ۲۶۔

۵۱-ڈبلیو. بار تھولڈ، "کرگیز[کرغیز]"(مقالہ)، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام۔

۵۲-ایم. بی. اولکاٹ، ص ۱۰۔

۵۳-ایضاً، ص ۱۰-۱۱۔

۵۴-ایضاً، ص ۱۱۔

۵۵-لشکر کو چَپ پر متحدہ قازق خانیت کے حکمرانوں کی اولاد حکمران رہی چنانچہ جانی بیگ اور کیرائی کی نسل کے جائز وارثوں کے طور پر اس لشکر کو قازقوں میں مرکزی مقام حاصل تھا۔

۵۶-ڈبلیو. بار تھولڈ، بحوالہ بالا۔

۵۷-ایم. بی اولکاٹ، بحوالہ بالا، ص ۲۶ اور ۳۳۔

۵۸-پی. ایم. ہولٹ، آن. کے. ایس لیمبٹن اور برنارڈ لوئس، دی کیمبرج ہسٹری آف اسلام، جلد ۱، ص ۵۰۳۔ نیز دیکھئے :اولکاٹ، بحوالہ بالا، ص ۱۱۔ نیز دیکھئے :ایلزبتھ ای. بیکن،

Central Asians under Russian Rule : A Study in Cultural Change, London, Cornell University Press, 1980, P. 36.

۵۹- دیکھئے :ایلزبتھ ای. بیکن، ایضاً۔

۶۰- اولکاٹ، بحوالہ بالا، ص ۱۱۔

۶۱- اولکاٹ، ایضاً، ص ۱۲- ۱۳۔

۶۲- بیکن، بحوالہ بالا، ص ۳۸۔

۶۳- اولکاٹ، بحوالہ بالا، صفحات ۴۹-۵۰ اور ۶۱- ۶۲۔

۶۴- دیکھئے :ڈبلیو. بار تھولڈ، مقالہ بعنوان "کرگیز[کرغیز]"، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام۔ نیز دیکھئے : اولکاٹ، بحوالہ بالا ، صفحات ۲۴-۲۵۔

۶۵-اولکاٹ، ایضاً، ص ۲۵۔

۶۶-ایضاً، ص ۲۴-۲۷۔

۶۷-ایضاً، ص ۳۱۔

۶۸-ایضاً۔

۶۹-خانوں اور ماتحت سلطان حکمرانوں کا تعلق چنگیز خان کے بیٹے جوچی خان کے خانوادے سے ہوتا تھا جن کو قازق معاشرے میں سفید نسل(white bone) کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ جبکہ قبائلی سرداروں (بے یابیگوں) کا تعلق قازق ترک نسل سے ہوتا تھا۔ ترک قازقوں کو سیاہ نسل(black bone) کہا جاتا تھا۔ تاہم کبھی کبھار۔ "بلیک بون" کے بااثر

سردار (بے یا بیگ) بھی اپنی قوت و اقتدار کی بدولت سلطان کا لقب اختیار کر لیتے تھے۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے: ایلزبتھ ای. بیکن، حوالہ بالا، صفحات ۳۸-۳۹۔ نیز دیکھئے: اولکاٹ، حوالہ بالا، صفحات ۱۳-۱۴۔

۷۰-دیکھئے: اولکاٹ، حوالہ بالا، ص ۴۔

۷۱-ایضاً، ص ۳۰-۳۱۔

۷۲-ایضاً، ص ۳۰۔

۷۳-ایضاً، ص ۳۱۔

۷۴-ایضاً، ص ۲۹۔

۷۵-ایضاً، ص ۲۹۔

۷۶-ایضاً، ص ۳۲۔

۷۷-ایضاً، ص ۳۳۔

۷۸-ایضاً، ص ۳۳۔

۷۹-ایضاً، ص ۳۵۔

۸۰-ایضاً، ص ۳۵۔

۸۱-ایضاً، ص ۴۴۔

۸۲-ایضاً، ص ۳۲۔

۸۳-ایضاً، ص ۳۰۔

۸۴-ایضاً۔

۸۵-ایضاً، ص ۳۲۔

۸۶-ایضاً، ص ۳۲-۳۳۔

۸۷-خواجہ احمد ابوالخیر کا محبوب بیٹا تھا۔ ابوالخیر کا عرصہ دراز سے مطالبہ تھا کہ خواجہ احمد کے بجائے اس کے دوسرے (شاید ناجائز؟) بیٹے ائشواک کو یرغمال کے طور پر قبول کیا جائے۔ اس سے قبل روسیوں نے ابوالخیر کے اس مطالبے کو درخور اعتنا نہیں سمجھا تھا۔ ابوالخیر کی طرف سے مسلسل روس مخالف رویے کے پیش نظر تومیلیف نے اس کے اس مطالبے کو روس کی طرف سے خیر سگالی کے جذبے کے طور پر منظور کیا۔

۸۸-مختلف مآخذ میں ابوالخیر کے دور اقتدار کو ۱۷۱۸ء-۱۷۴۹ء بتایا گیا ہے۔ خود مارتھا بر ل اولکاٹ نے اپنی کتاب The Kazakhs میں ص ۲۶ پر اس کے دور اقتدار کو ۱۷۱۸ء-۱۷۴۹ء ظاہر کیا ہے۔ تاہم صفحہ ۳۴ پر برک کے ہاتھوں اس کے قتل کو ۱۷۴۸ء میں بیان کیا ہے۔ شاید اولکاٹ مختلف مآخذ سے معلومات لیتے وقت اس تضاد کا نوٹس لینے میں ناکام رہی ہیں۔

۸۹-اولکاٹ، ص ۴۷۔

۹۰-ایضاً، ص ۳۹۔

۹۱-ایضاً۔

۹۲-ایضاً، ص ۴۵۔

۹۳-ایضاً، ص ۴۶۔

۹۴-ایضاً۔

۹۵-ایضاً۔

۹۶-ایضاً۔

۹۷-ایضاً، ص ۴۷۔

۹۸-ایضاً، ص ۴۸۔

۹۹-ایضاً۔

۱۰۰-ایضاً۔

۱۰۱-اقساقال "اول" اور خاندان کے بزرگوں کو کہا جاتا تھا جو عموماً قازقوں کے داخلی اختلافی معاملات کو طے کرنے والے جرگہ کے ممبر ہوتے تھے۔ دیکھئے: محمد ایم خان،

"Islam undeer the Tsar and the October 1917 Revolution", *Journal of Muslim Minority Affairs,* Vol. 12:1, January, 1991.

نیز دیکھئے: ایلزبتھ ای. بیکن، حوالہ بالا، ص ۳۸۔

۱۰۲-اولکاٹ، بحوالہ بالا، صفحات ۴۸-۴۹۔

۱۰۳-ایضاً، ص ۴۹۔

۱۰۴-ایضاً، ص ۴۶۔

۱۰۵-ایضاً، ص ۴۹۔

۱۰۶-ایضاً۔

۱۰۷-ایضاً، ص ۵۰۔

۱۰۸-ایضاً۔

۱۰۹-ایضاً، ص ۵۱۔

۱۱۰-ایضاً۔

۱۱۱-ایضاً۔

۱۱۲-ایضاً، ص ۵۲۔

۱۱۳- ایضاً۔

۱۱۴- ایضاً۔

۱۱۵- ایضاً، ص ۵۳۔

۱۱۶- ایضاً، صفحات ۵۲-۵۳۔

۱۱۷- ایضاً، ص ۴۰۔

۱۱۸- ایضاً۔

نیز دیکھئے: شیریں اکیز، بحوالہ بالا، ص ۲۸۹۔

۱۱۹- اولکاٹ، بحوالہ بالا، ص ۴۱۔

۱۲۰- ایضاً، صفحات ۴۰-۴۳۔

۱۲۱- ایضاً، ص ۴۴۔

۱۲۲- ایضاً، ص ۵۸-۵۹۔

۱۲۳- ایضاً۔

۱۲۴- ای. ای. بیکن، بحوالہ بالا، ص ۳۶۔

۱۲۵- سلطنت جنگاریا کلموک (یا کلمیک) قبائل کی سلطنت تھی جس میں (سترھویں صدی میں) مغربی منگولیا، دریائے ایلی کا علاقہ اور قازقستان کے مشرقی اور جنوب مشرقی علاقے شامل تھے۔ نیز اس میں موجودہ کرغیز ستان کے بعض علاقے بھی شامل تھے۔ دیکھئے: اولکاٹ، بحوالہ بالا، ص ۲۵۔ نیز دیکھئے: اکیز، بحوالہ بالا، ص ۲۸۸۔ نیز دیکھئے: (ادارہ)، مقالہ بعنوان "قازقستان"، اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ نیز دیکھئے: جی. آر. جی. ایچ، بحوالہ بالا۔

۱۲۶- سولھویں صدی عیسوی کے آخری سالوں میں آزاد قازق خانیت کے خان توکل (یا تولکل؟) کے عہد میں قازقوں نے ترکستان شہر کے علاوہ تاشقند اور سمرقند کے علاقے بھی ازبکوں سے چھین لئے تھے۔ قازقوں کے زیر کنٹرول یہ علاقے بعد میں لشکر بزرگ کے قازق قبائل کا مسکن بنے۔ دیکھئے: اولکاٹ، بحوالہ بالا، ص ۲۵۔

۱۲۷- بظاہر لشکر بزرگ کا کوئی مستقل خان نہیں تھا بلکہ ان کا حاکم بالعموم لشکر میانہ کا ماتحت سلطان ہوا کرتا تھا۔

۱۲۸- ایضاً، بحوالہ بالا، ص ۷۱-۷۲۔

۱۲۹- ایضاً، صفحات ۷۱-۷۳۔

۱۳۰- ایضاً، صفحات ۷۳-۷۴۔

۱۳۱- ایضاً، ص ۷۴۔

۱۳۲- ایضاً۔

۱۳۳- ایضاً، ص ۷۴۔

۱۳۴- دیکھئے : بی. ایم. ہولٹ، آن کے. ایس. لیمبٹن اور بر نارڈلوئس، بحوالہ بالا، ص ۵۱۰۔ نیز دیکھئے : اولکاٹ، بحوالہ بالا، ص ۴۷۔

۱۳۵- دیکھئے : بی. ایم. ہولٹ وغیرہ بحوالہ بالا، ص ۵۱۰۔ نیز دیکھئے : اولکاٹ، بحوالہ بالا، ص ۴۷۔

۱۳۶- اولکاٹ، ایضاً، ص ۵۷۔

۱۳۷- ایضاً۔

۱۳۸- ایضاً۔ نیز دیکھئے : بی. ایم. ہولٹ وغیرہ، ص ۵۱۱۔

۱۳۹- اولکاٹ، ایضاً، ص ۵۷۔

۱۴۰- بی. ایم. ہولٹ وغیرہ، ص ۵۱۱۔ نیز دیکھئے : اولکاٹ، ایضاً، ص ۵۷۔

۱۴۱- اولکاٹ، ایضاً، صفحات ۵۷-۶۰۔

۱۴۲- ایضاً، صفحات ۶۱-۶۲۔

۱۴۳- دیکھئے : الیگزنڈر بینگسن اور ایس. انڈرس ویمبوش، بحوالہ بالا، ص ۲۸-۲۹۔

۱۴۴- ایضاً۔

۱۴۵- ای. ای. بیکن، بحوالہ بالا، صفحات ۳۲-۳۵۔

۱۴۶- ایضاً، ص ۳۵۔

۱۴۷- ایضاً۔

۱۴۸- الیگزنڈر بینگسن اور ایس. انڈرس ویمبوش، بحوالہ بالا، ص ۲۹۔

۱۴۹- ای. ای. بیکن، بحوالہ بالا، ص ۳۶۔

۱۵۰- آج کے پٹھانوں اور خاص کر صوبہ سرحد کے لکی ضلع کے مروت قبائل میں یہ روایت اب بھی موجود ہے۔

۱۵۱- وٹہ سٹہ کی شادی کی یہ رسم آج بھی پاکستان کے اکثر علاقوں میں موجود ہے اور خصوصاً پٹھانوں کے مروت قبائل میں یہ سماجی طور پر ایک قابل قبول عمل ہے۔ مروت قبائل میں کلنگ کی رسم بھی موجود ہے۔ تاہم ان کے ہاں کلنگ اس رقم کو کہتے ہیں جو دلہن لے کر جانے والی بارات کا راستہ روک کر اہل محلہ یا اہل گاؤں دولہا کے رشتہ داروں سے بطور مٹھائی (پشتو میں "صحبت") وصول کرتے ہیں۔

۱۵۲- آج کے پٹھانوں (اور خاص کر جنوبی اضلاع -بنوں، لکی مروت وغیرہ۔ کے قبائل) میں بھی یہ رسم موجود ہے۔ دنبہ یا گھی کا برتن یا گندم کی بوری کے بغیر کسی دوست یا عزیز کی شادی میں شرکت معیوب سمجھی جاتی ہے۔

۱۵۳- یہ روایت بھی اکثر مسلم معاشروں اور خاص کر برصغیر کے اسلامی معاشروں میں تاحال موجود ہے۔ پٹھانوں میں یا پیر بابا، اور یا "نیکہ را اورسیگہ" (اے داد امداد کو پہنچ) اور پنجاب و سندھ کے شیعہ و سنی مسلمانوں میں یا علی، یا رسول اللہ، یا داتا، نیز سلطان باہو، شہباز قلندر، بری سرکار اور دیگر صوفیاء اور اللہ کے محبوب مدگان کو مدد کے لئے پکارنا عام ہے۔

۱۵۴- تفصیلات کے لئے دیکھئے: ای. ای. بیکن، بحوالہ بالا، ص ۴۴۔

۱۵۵- ایضاً۔

۱۵۶- ایضاً۔

۱۵۷- انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مطابق: اگر چہ فارسی شاعری میں شامان بت پرست کے لئے استعمال ہوتا ہے اور بسا اوقات لفظ "صنم" کے ساتھ اس کا تذکرہ ہوتا ہے جبکہ بعض اوقات لفظ شامان کا رشتہ آتش (آگ) کے ساتھ بھی جوڑا جاتا ہے، تاہم دونوں صورتوں میں (فارسی شاعری میں) شامانی معمولات (Shmanistic practices) کی طرف مخصوص اشارہ نہیں پایا جاتا ہے۔ آگے کی عبارت انگریزی ہی میں نقل کی جائے تو زیادہ بہتر ہوگا:

"...Shaman and Sanam, however, may occur as the two poles of a love relationship and then serve as an image of the lover and the beloved or the mystic and God".

چنانچہ کہا جاسکتا ہے کہ شامان عاشق اور اس سے بڑھ کر اللہ رب العزت کے عشق میں مست صوفی اور مرد قلندر کے لئے بھی استعمال ہوتا تھا۔ اگر چہ قازق معاشرے میں شامانوں کی حیثیت بہر حال یہ نہیں تھی۔

دیکھئے: انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، نیا ایڈیشن، لیدن، برل، ۱۹۹۷، ص ۲۸۲۔

۱۵۸- دیکھئے: ای. ای. بیکن، بحوالہ بالا، صفحات ۳۷-۳۹۔ نیز دیکھئے: الیگزنڈر بنگسن وغیرہ، بحوالہ بالا، ص ۷۔ نیز دیکھئے: الیگزنڈر بنگسن اور ایس. انڈرس ویمبوش، بحوالہ بالا، صفحات ۶۸-۶۹۔ نیز دیکھئے: شیریں اکینر، بحوالہ بالا، صفحات ۲۸۸-۲۸۹۔

۱۵۹- ای. ای. بیکن، ایضاً، ص ۳۹۔

۱۶۰- دیکھئے:

Marie Bennigsen Broxup, "Introduction", in A. Avtorkhanov and others (ed), *The North Caucasus Barrier: The Russian Advance towards the Muslim World*, P. 13.

۱۶۱- مارتھا برل اولکاٹ، بحوالہ بالا، ص ۱۹۔

۱۶۲- ایضاً، ص ۶۳۔

۱۶۳- ایضاً۔

۱۶۴- ایضاً، ص ۶۴۔

۱۶۵- ایضاً، صفحات ۶۵-۶۶۔

۱۶۶- ایضاً، صفحات ۶۶-۶۷۔ نیز دیکھئے: آباد شاہ پوری ترکستان میں مسلم مزاحمت، آئی. آئی. ایف. ایس. او، کویت، (س ن)، صفحات ۵۷-۶۷۔

۱۶۷- ایضاً، ص ۶۸۔

۱۶۸- ایضاً، صفحات ۶۸-۶۹۔

۱۶۹- آباد شاہ پوری، مسلم امہ سوویت روس میں، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد، ۱۹۸۸ء، ص ۷۳۔

۱۷۰- دیکھئے:

Azade-Ayse Rolich, *The Volga Tatars : A Profile in National Resistance*, Calfornia: Stanford University, Hoover Institution Press, 1986, P. 37.

۱۷۱- شیریں آکیز، بحوالہ بالا، ص ۲۸۹۔

۱۷۲- اولکاٹ، بحوالہ بالا، ص ۱۰۱۔

۱۷۳- ایضاً، ص ۱۰۲۔

۱۷۴- الیگزنڈر اور الیں۔ اینڈرس ویمبوش، بحوالہ بالا، ص ۶۹۔

۱۷۵- ایضاً، ص ۷۰۔

۱۷۶- بلخ کے ان قازق قبائل کا تعلق یقیناً قارلوق ترکوں سے تھا جنہوں نے قازقستان کے سٹیپ کے علاقوں میں ویغوروں کو شکست دے کر اپنی مملکت قائم کر لی تھی اور مشرقی ترکستان میں بلخ کے مضافات تک کے علاقے کو اپنی عملداری میں شامل کر لیا تھا۔ ۹۴۰ء میں قارلوق مملکت میں اقتدار کے لئے اندرونی رسہ کشی کے نتیجے میں قرہ خانی خاندان اقتدار پر قابض ہو گیا تھا۔ بلخ اور شمالی افغانستان میں اب بھی تیس ہزار کے قریب قازق آبادی موجود ہے۔ دیکھئے: اولکاٹ، بحوالہ بالا، صفحات ۵-۶۔ نیز دیکھئے: احمد رشید،

The Resurgence of Central Asia: Islam or Nationalism, Karachi: Oxford University Press, 1994, P. 108.

۱۷۷- دیکھئے: مقالہ بعنوان "قازقستان"، اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔

۱۷۸- دیکھئے: بارتھولڈ *Turkistan: Down to the Mongol Invasion*, op.cit, P. 224.

۱۷۹- قرہ خانی حکمران تمغاج خان کے حالات اور اس کے دور حکمرانی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں مجھے خاصی دقت کا سامنا کرنا پڑا۔ مارتھا برل اولکاٹ نے تمغاج خان کے اسلام لانے کا سن ۹۶۰ء بیان کیا ہے۔ بارتھولڈ نے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے قرہ خانی حکمران کا نام ستوق بغراخان عبدالکریم بتایا ہے اور اس کا سن وفات ۹۵۵ء بیان کیا ہے (ص ۲۵۵)۔ مزید یہ کہ بارتھولڈ نے ستوق بغراخان عبدالکریم کو تمغاج خان کے نام سے بھی یاد نہیں کیا ہے۔ چنانچہ مجھے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ اولکاٹ کا تمغاج خان اور بارتھولڈ کا ستوق بغراخان عبدالکریم ایک ہی شخصیت ہے یا دونوں الگ الگ شخصیتیں ہیں، بارتھولڈ کی کتاب "ترکستان: ڈاون ٹو دی منگول انویژن" پوری کی پوری پڑھنا پڑھی۔ صفحہ ۱۸ پر بارتھولڈ نے قرہ خانی حکمران قلج تمغاج خان مسعود بن علی کا ذکر کیا ہے اور اس کا دور حکمرانی بارہویں صدی عیسوی کا نصف آخر قرار دیا ہے۔ صفحہ ۳۰۴ پر بارتھولڈ نے قرہ خانی حکمران تمغاج خان ابراہیم کا ذکر کیا ہے اور اس کا دور حکمرانی بارہویں صدی کا نصف آخر نہیں بلکہ گیارہویں صدی کا نصف اول بیان کیا ہے۔ بہر حال تمغاج خان ابراہیم کے ذکر میں اس نے ایک ایسا جملہ لکھ دیا ہے جس سے سارا عقدہ کھل گیا۔ بارتھولڈ کے

مطابق : "The title of Tamghach Khan taken by Ibrahim and before him by Bughra khan..."

اس عبارت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ستوق بغر اخان عبدالکریم جسے بار تھولڈ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والا قرہ خانی حکمران قرار دیتا ہے اور جس کی تاریخ وفات وہ ۹۵۵ء بتاتا ہے، ہی وہ تمغاج خان ہے جس کے قبول اسلام کا واقعہ اولکاٹ نے بیان کیا ہے۔ البتہ ایک تعارض پھر بھی باقی رہ جاتا ہے کہ اولکاٹ نے تمغاج خان کے قبول اسلام کا سن ۹۶۰ء بیان کیا ہے جبکہ بار تھولڈ کے مطابق وہ ۹۵۵ء میں وفات پا چکا تھا۔ یہاں شاید اولکاٹ سے غلطی سرزد ہوئی ہے، کیونکہ وہ خود قرہ خانیوں کی سلطنت کے قیام کا سن ۹۴۰ء بتاتی ہیں۔ اور اس کی عبارت کے سیاق و سباق سے پتہ چلتا ہے کہ تمغاج ہی پہلا قرہ خانی حکمران تھا۔ نیز اولکاٹ نے خود صفحہ ۱۹ پر سٹیپ کے قازق خانہ بدوشوں کی طرف سے سن ۱۰۴۳ء میں اسلام قبول کرنے کا ذکر کیا ہے۔ بار تھولڈ بھی قرہ خانی سلطنت کے قیام کے ذکر کے فوری بعد ستوق بغر اخان عبدالکریم کی حکمرانی اور اس کے قبول اسلام کا ذکر کرتا ہے۔ چنانچہ یہ بات تقریباً پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ ستوق بغر اخان عبدالکریم ملقب بہ تمغاج خان ۹۴۰ء سے قرہ خانی سلطنت کے مسند اقتدار پر فائز ہوا اور اس نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور ۹۵۵ء میں اپنی وفات سے قبل اپنی رعایا کو مسلمان بنانے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ اولکاٹ کی طرف سے تمغاج خان کے قبول اسلام کا سن ۹۶۰ء بیان کرنا شاید ایک اور روایت سے اختلاط کے باعث پیدا شدہ غلط فہمی پر مبنی ہے۔ اس روایت کو بھی بار تھولڈ نے ابن الاثیر کی طرف منسوب کرتے ہوئے بیان کیا ہے اس کے مطابق :

"..... and need scarcely prevent our referring to Ibn al-Athir's statement that in 349/960 Islam was embraced by numerous Turkish tribes (200,000 tents) to the Qara -Khanids".

بہر حال بار تھولڈ نے صفحہ ۱۸ پر جس قرہ خانی حکمران قلج تمغاج خان مسعود بن علی کا ذکر کیا ہے اور صفحہ ۳۰۴ پر جس دیگر قرہ خانی حکمران تمغاج ابراہیم کا ذکر کیا ہے وہ ستوق بغر اخان عبدالکریم ملقب بہ تمغاج خان کے بعد کے ادوار کے جانشین ہیں۔ بار تھولڈ کی اوپر مذکور (پہلی والی عبارت) سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تمغاج خان نام نہیں بلکہ قرہ خانی حکمرانوں کا اختیار کردہ لقب تھا۔ ٹی. ڈبلیو. آرنلڈ نے بھی ستوق بغر اخان کو اگرچہ تمغاج خان کا لقب نہیں دیا ہے تاہم اس نے اسے قرہ خانی سلطنت کا بانی اور اسلام قبول کرنے والا حکمران قرار دیا ہے۔ دیکھئے : اولکاٹ، حوالہ بالا، ص ۶۔ نیز دیکھئے : بار تھولڈ، حوالہ بالا، صفحات ۱۸، ۲۵۵ اور ۳۰۴۔ نیز دیکھئے : ٹی. ڈبلیو. آرنلڈ، دی پریچنگ آف اسلام، شیخ محمد اشرف، لاہور، ۱۹۷۹، ص ۲۱۸۔

۱۸۰۔ دیکھئے : حاشیہ نمبر ۹۷۔

۱۸۱- دیکھئے : پی. ایم. ہولٹ وغیرہ، حوالہ بالا، ص ۱۴۷۔

۱۸۲- ایضاً۔

۱۸۳- دیکھئے : ڈبلیو. بار تھولڈ، حوالہ بالا، صفحات ۳۵۹-۳۷۱۔

۱۸۴- اولکاٹ، ایضاً، ص ۱۹۔

۱۸۵-ایضاً، ص ۲۱۔

۱۸۶-ایضاً، ص ۲۱-۲۲۔

۱۸۷- دیکھیے: محمد ایم اے خان، اسلام انڈر دی زارز اینڈ اکتوبر ۱۹۱۷ء ریولوشن، حوالہ بالا۔ قازقوں کے قبول اسلام سے متعلق مزید تفصیلات کے لیے اس مقالے کا حاشیہ ۲۱ ملاحظہ فرمائیں۔